33

اپنے آپ کو دین کی خدمت میں لگا دو تبھی تم اللہ تعالیٰ کے اجر کے مستحق ہو سکتے ہو

(فرمودہ 12 نومبر 1954ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"گزشتہ تین خطبات میں مَیں نے جماعت کو اُن خرابیوں کے متعلق جو ہمارے ملک میں پیدا ہو رہی ہیں دعاؤں کی تحریک کی تھی۔ آج میں اس بات کی تحریک کرتا ہوں کہ علاوہ اُن فسادات اور فتنوں کے جو ہمارے ملک میں پیدا ہو رہے ہیں یا جن کے پیدا ہونے کا خطرہ ہے جماعت کو جو اِس وقت حالات پیش آ رہے ہیں یا مستقبل قریب اور بعید میں پیش آنے والے ہیں اُن کے متعلق بھی دوستوں کو خصوصیت کے ساتھ دعائیں کرنی چاہییں۔

میں دیکھتا ہوں کہ جوں جوں جماعت بڑھتی جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس میں کئی خرابیاں بھی پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ پہلی خرابی تو یہ ہے کہ جماعت کی ترقی کو دیکھ کر دوسرے لوگوں میں حسد پیدا ہوتا ہے اور وہ مختلف ذرائع سے نظام کو توڑنے، جماعت میں پراگندگی پیدا کرنے، دشمن کو مخالفت پر آمادہ کرنے اور حکومت کو اس کے خلاف بھڑکانے پر لگ

جاتے ہیں۔ چونکہ یہ سارا کام انسانوں کے ساتھ وابستہ ہے اور انسان بسااوقات غلطی بھی کر جاتا ہے اور ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں نہیں ہوتے انہیں غلطی لگ جانے کا زیادہ امکان ہوتا ہے اس لیے اس قسم کی باتیں بعض اوقات سلسلہ کے لیے مشکلات پیدا کرنے اور اس کی ترقی میں رکاوٹ حائل کرنے کا موجب بن جاتی ہیں۔ گزشتہ تین چار سال سے جماعت کے خلاف ایک خاص طور پر محاذ قائم کیا گیا ہے اور مخالفین نے جتھابندی کر کے اور اپنے آپ کو متحد کر کے اس کو مٹانے کی پوری کوشش کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کیے ہیں کہ وہ فتنہ باوجود اِس کے کہ انتہائی حد تک پہنچ چکا تھا اور لوگ امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ یہ سلسلہ اب جلد ختم ہو جائے گا۔ بجائے اس کے کہ سلسلہ کو ختم کرنے کا موجب ہوتا۔ فتنہ برپا کرنے والے خود ہی ختم ہو گئے۔ اور یہ چیز بہت سے ایسے لوگوں کے لیے جن کی آنکھیں ہیں، جن کی عقلیں ہیں اور جو عبرت حاصل کرنے والے ہیں عبرت اور نصیحت اور موعظت کا موجب بنی۔ مگر انسان ان باتوں سے بہت کم فائدہ اُٹھاتا ہے۔ وہ باربار اپنی طاقتوں اور قوتوں کی طرف دیکھنے لگ جاتا ہے اور خداتعالیٰ کی قوتوں پر نظر نہیں دوڑاتا۔ خداتعالیٰ کی طاقت اور قوت مخفی ہوتی ہے۔ اور اگر وہ ظاہر بھی ہوتی ہے تو وقفہ وقفہ پر ہوتی ہے۔ وہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ طورسیناء پر ظاہر ہوئی تو سینکڑوں سال کے بعد حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے ذریعہ ظاہر ہوئی۔ پھر سینکڑوں سال بعد اُن نبیوں کے ذریعہ ظاہر ہوئی جو یہود کی پہلی تباہی کے وقت بابل میں ظاہر ہوئے جیسے حزقیل اور دانیال اور یسعیاہ اور یرمیاہ وَغَیْرُھُمْ۔ پھر کئی صدیوں کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کے ذریعہ ظاہر ہوئی۔ اور آپؑ کے سینکڑوں سال بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ظاہر ہوئی۔ غرض اِس قسم کی تجلیات وقفہ وقفہ کے بعد ہوتی ہیں۔

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ تجلیات ہر نبی، ہر مامور اور خداتعالیٰ کے ہر پیارے اور زیرِحفاظت انسان کے زمانہ میں ہوتی ہیں۔ لیکن ہوتی وقفہ وقفہ پر ہیں، ہر وقت نہیں ہوتیں۔ جو تجلیات ہر وقت ہوتی ہیں وہ مخفی ہوتی ہیں۔ جیسے کہتے ہیں خدا کی لاٹھی کسی نے دیکھی نہیں لیکن اس کی مار سخت ہوتی ہے۔ اس سے عام قسم کی تجلیات ہی مراد ہیں جن میں اللہ تعالیٰ

کا ہاتھ اتنا مخفی ہوتا ہے کہ وہ انسان کو نظر نہیں آتا۔ لیکن جو تجلیات نظر آتی ہیں وہ ہمیشہ وقفہ وقفہ کے بعد ہوتی ہیں۔ عام حالات میں خداتعالیٰ انسان کو موقع دیتا ہے کہ وہ سوچ اور فکر کے ساتھ انہیں پہچان لے لیکن چونکہ نظر آنے والے نشانات وقفہ وقفہ کے بعد آتے ہیں اس لیے لوگ انہیں بھول جاتے ہیں اور سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ ہم وہی کچھ کریں گے جو ہماری مرضی ہوگی۔ ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہوتی ہے جیسے شکاری جال بچھاتا ہے اور اُس کے نیچے دانے بکھیر دیتا ہے۔ جانور آتے ہیں اور دانے چُگتے ہیں۔ اِس پر بعض جانور پھنس جاتے ہیں اور بعض اُڑ جاتے ہیں۔ اِس کے بعد جانور دوبارہ آتے ہیں اور پھر کچھ پھنس جاتے ہیں اور کچھ اُڑ جاتے ہیں۔ اِس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ جال اِس طرز پر بنا ہوا ہوتا ہے کہ وہ ایک چیز نظر نہیں آتی اس لیے جانور دھوکا کھا جاتے ہیں اور باربار آ کر اُس میں پھنستے جاتے ہیں۔ اِسی طرح خداتعالیٰ کے نظر آنے والے نشانات کا حال ہوتا ہے۔ لوگ نشان بھی دیکھتے ہیں، ماریں بھی کھاتے ہیں اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اسے بھول بھی جاتے ہیں۔ لیکن جو نشان ہر وقت ظاہر ہو رہا ہے مثلاً صبح ہوتی ہے، شام ہوتی ہے، روزانہ سورج نکلتا اور غروب ہوتا ہے، چاند چڑھتا ہے اور ڈوبتا ہے، غلّے پیدا ہو رہے ہیں، بیماریاں آ رہی ہیں صحت کے اسباب پیدا ہو رہے ہیں اِن چیزوں میں انسان کو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یا تو انہیں ہم نے خود پیدا کیا ہے اور یا یہ اتفاقی طور پر پیدا ہوگئی ہیں۔ اس لیے لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ قرآن کریم میں بھی آتا ہے کہ بعض جاہل شرارت میں اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ سب چیزیں انہوں نے اپنے علم سے حاصل کی ہیں۔1

پہلا درجہ غفلت کا یہ ہوتا ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ یہ چیزیں آپ ہی پیدا ہوگئی ہیں۔ اور دوسرا درجہ جہالت کا یہ ہے کہ انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کائنات کا کرتا دھرتا میں ہی ہوں۔ وہ خداتعالیٰ کو بھول جاتا ہے، وہ بھول جاتا ہے کہ گندھک خداتعالیٰ نے پیدا کی ہے، وہ بھول جاتا ہے کہ سنکھیا خداتعالیٰ نے پیدا کیا ہے، وہ بھول جاتا ہے کہ پارہ خداتعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ میں نے آتشک کا ٹیکہ ایجاد کیا ہے حالانکہ وہ ٹیکے بعض چیزوں کا مرکّب ہیں اور وہ چیزیں خداتعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ پھر تارکول2 ہے۔ تارکول خداتعالیٰ نے

پیدا کیا ہے اور اس سے عام استعمال میں آنے والی آدھی سنتھٹک (SYNTHETIC)3 دوائیں بنتی ہیں۔ لیکن انسان بڑے غرور سے کہتا ہے یہ دوا میں نے ایجاد کی ہے، یہ فلاں نے ایجاد کی ہے۔ اور وہ بالکل بھول جاتا ہے کہ جن چیزوں سے اس نے یہ دوا بنائی ہے وہ خداتعالیٰ کی ہی پیدا کردہ ہیں۔ پس ایک زمانہ جہالت کا ایسا آتا ہے کہ انسان خداتعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں کو اتفاق کی طرف منسوب کرتا ہے اور خداتعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔ اور پھر ایک ایسا زمانہ آتا ہے کہ وہ ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کرنے لگ جاتا ہے۔ پھر علم کا زمانہ آتا ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ سب چیزیں خداتعالیٰ نے بنائی ہیں۔ پھر اس سے آگے ایک اَور زمانہ آتا ہے جب انسان خداتعالیٰ کے ہاتھ کو ہر چیز میں حرکت کرتا دیکھتا ہے اور اُسے نظر آ رہا ہوتا ہے کہ خداتعالیٰ اُسے بنا رہا ہے۔

غرض میں دیکھتا ہوں کہ شرارت کی تاریں پھر ہِلائی جا رہی ہیں۔ تم نے پہلے بھی دیکھا ہے کہ جو کچھ ہوا تمہاری کسی کارروائی کے نتیجہ میں نہیں ہوا۔ محض خداتعالیٰ کی مدد اور نصرت سے ہوا تھا۔ اور آئندہ بھی جو کچھ ہو گا اُس کی مدد اور نصرت سے ہی ہو گا۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ ہم اپنے وجود کو خداتعالیٰ کے لیے ضروری بنا لیں۔ مثلاً اِس وقت خداتعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ اسلام کو زندہ کرے۔ پس تم اپنا وجود اِس قسم کا بنا لو کہ اس کے ذریعہ اسلام زندہ ہو۔

جنگِ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور دشمن کی تعداد اُن سے کئی گُنا زیادہ تھی۔ پھر اسلامی لشکر کے سپاہی آزمودہ کار نہیں تھے اور دشمن کے تمام سپاہی آزمودہ کار تھے۔ پھر اسلامی لشکر کے پاس سامانِ حرب بھی بہت کم تھا، دشمن کے پاس سامانِ حرب وافر مقدار میں تھا۔ پھر اردگرد کے علاقہ کے رہنے والے دشمن کے ہم مذہب تھے۔ اگر صحابہؓ کے قدم اُکھڑ جاتے اور وہ پناہ لینے کے لیے اردگرد کے علاقہ میں جاتے تو اُس کے رہنے والوں نے انہیں مار مار کر ختم کر دینا تھا۔ اول تو اُن کا بچنا ہی مشکل تھا لیکن اگر وہ دشمن کے لشکر سے بچ جاتے تو اردگرد کے علاقہ کے لوگوں نے انہیں ختم کر دینا تھا۔ دشمن کے لشکر کے لیے زیادہ سہولت تھی۔ اُس کے پاس سامان زیادہ تھا۔ انہوں نے جس جگہ پر قبضہ کیا تھا وہ بھی

مسلمانوں کی نسبت زیادہ اچھی تھی۔ پھر اگر انہیں شکست بھی ہوتی تو اردگرد کے علاقہ کے بسنے والے اُن کے واقف اور ہم مذہب تھے۔ گویا اول تو فتح یقینی تھی اور پھر شکست کی صورت میں اُن کے پاس چھپنے اور بھاگنے کے سامان بھی تھے۔ اُس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِس جذبہ کو مدنظر رکھ کر دعا کی کہ اے خدا! ہم کمزور اور ناتواں ہیں اور دشمن طاقتور ہے لیکن اے خدا! اگر یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہوگئی تو لَنْ تُعْبَدَ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا ۔4 اِس زمین پر تیری عبادت کوئی نہیں کرے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فقرہ اس لیے استعمال کیا تھا کہ اس چھوٹی سی جماعت نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ زمین پر خدا تعالیٰ کی عبادت صرف اُنہی کے ذریعہ سے قائم ہے۔ اگر واقع میں وہ تھوڑے سے افراد خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے والے نہ ہوتے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ کہا تھا کہ لَنْ تُعْبَدَ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا تو خدا تعالیٰ کہتا یہ بات درست نہیں۔ ان سے بہتر عبادت کرنے والے موجود ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے انہیں ایسا نہیں کہا۔ دوسرے لفظوں میں خدا تعالیٰ نے مان لیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل درست ہے۔ اگر یہ چھوٹا سا گروہ مارا گیا تو میری عبادت اس زمین پر نہیں ہوگی۔ اب یہ ایک ذریعہ تھا خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت حاصل کرنے کا۔

تم بھی اپنے وجودوں کو خدا تعالیٰ کے دین کے اِحیاء کا ذریعہ بنا لو۔ اگر تم ایسا کر لو تو چونکہ خدا تعالیٰ اِس وقت دین کا اِحیاء چاہتا ہے۔ اس لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی تمہیں مار سکے۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ جوں جوں جماعت ترقی کر رہی ہے افراد میں دنیوی خیالات آ رہے ہیں اور وہ دنیوی کاموں کو دین کے کاموں پر مقدم کر رہے ہیں۔ کسی کو بڑا عُہدہ مل جاتا ہے تو اُس کی بیوی پردہ اُتار دیتی ہے۔ ذرا اَور اوپر چلے جاتے ہیں تو بعض دوسری خرابیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر تم دوسرے لوگوں کی طرح اِس رَو میں بہہ جاؤ اور تم میں خرابیاں پیدا ہو جائیں تو خدا تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ تمہیں بچائے۔ تمہاری ضرورت اُسے تبھی ہوگی۔ جب تم دین کی خدمت اِس طریق سے کرو کہ باوجود اس کے کہ تم کمزور ہو خدا تعالیٰ یہ محسوس کرے کہ تمہارا بچانا ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم میں کسی قسم کی کمزوری

نہیں ہونی چاہیے۔ اب تک کوئی جماعت ایسی پیدا نہیں ہوئی جس میں کمزوریاں اور نقائص نہ ہوں۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ انسان ایک وقت ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اُس کی غیرت ہمیشہ اُسے دین کی طرف لے جاتی ہے اور یہ مومن کی علامت ہے۔ اِس کے مقابلہ میں کوئی انسان ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ لالچ میں آ کر دین کو چھوڑ دیتا ہے اور یہ کفر کی علامت ہوتی ہے۔ بہرحال کمزوریوں کے باوجود ایک سچا مومن ایسے مقام پر کھڑا ہوتا ہے کہ دنیا کے عُہدے اور اُس کی عظمت اور شان اُس کے سامنے بالکل ہیچ ہو جاتی ہے۔ بیشک اِس سے آگے بھی کمال کے درجے ہیں لیکن بشاشتِ ایمان کی یہ علامت ہے کہ جب کوئی انسان یہ دیکھ رہا ہو کہ اب دین بدنام ہو رہا ہے اور اس کے لیے اُس کی قربانی کی ضرورت ہے تو وہ ہر قسم کی قربانی کر کے دین کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دے۔ اِس وقت اسلام پر ایک نازک وقت ہے اور اسے اچھے کارکنوں کی سخت ضرورت ہے۔ اگر ہماری جماعت میں اِس کی خاطر قربانی کا جذبہ پیدا نہ ہو تو اِس کے معنے یہ ہیں کہ انہیں بشاشتِ ایمان حاصل نہیں

یہ بھی یاد رکھو کہ ہر انسان اپنے اپنے ذوق کے مطابق کام کیا کرتا ہے۔ جو شخص ایمان سے کورا ہوتا ہے وہ فتنہ و فساد کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور گالیوں پر اُتر آتا ہے۔ لیکن جس شخص میں ایمان ہوتا ہے وہ اپنے جذبات کو اپنے قابو میں رکھتا ہے اور فساد اور فتنہ پر نہیں اُتر آتا۔ پس تم صرف یہ نہ دیکھو کہ تمہارا دشمن کیا کرتا ہے بلکہ یہ بھی دیکھو کہ خداتعالیٰ نے تمہیں کس مقام کے لیے پیدا کیا ہے۔ اگر دشمن تمہیں اشتعال دلاتا ہے تو تم اپنے جذبات کو قابو میں رکھو اور اُسے اِس طرح جواب دو کہ اگر اُسے فائدہ نہ پہنچے تو کم از کم دوسرے ساتھ بیٹھنے والے لوگوں کو فائدہ پہنچ جائے اور وہ دشمن کے عمل اور تمہارے عمل میں فرق کر سکیں۔ اگر تم میں اور تمہارے دشمن میں دوسرا شخص کوئی امتیاز نہیں کر سکتا تو تم میں اور اُس میں کوئی فرق نہیں۔ اگر تمہارے ساتھ بیٹھنے والے اور تمہاری بات سننے والے لوگ تمہارے درمیان اور تمہارے دشمن کے درمیان فرق کر لیں تو تم اللہ تعالیٰ کے فضل کے امیدوار ہو سکتے ہو۔

مجھے یاد ہے کہ خلافت کا جھگڑا شروع ہونے سے پہلے میں نے ایک دفعہ رؤیا دیکھا کہ کوئی بہت بڑا اور اہم کام میرے سپرد کیا گیا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرے راستہ میں

بہت سی مشکلات حائل ہوں گی۔ میں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر جانا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اُس نے مجھے نصیحت کی کہ یہ رستہ بڑا خطرناک ہے۔ اِس میں بڑے مصائب اور ڈراؤنے نظارے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم ان سے متأثر ہو جاؤ اور منزلِ مقصود پر پہنچنے سے رہ جاؤ۔ تم جب بھاری جنگلوں، پہاڑوں اور وادیوں سے گزرو گے تو مختلف قسم کے بُھوت اور بلائیں تمہیں ڈرائیں گی اور تمہیں اپنے مقصد سے ہٹانا چاہیں گی۔ کہیں صرف آوازیں ہی آوازیں ہوں گی شکلیں نہیں ہوں گی، کہیں صرف شکلیں ہوں گی اور وہ اِدھر اُدھر حرکتیں کر رہی ہوں گی، کہیں خالی دھڑ حرکت کرتے نظر آئیں گے، کہیں صرف سر جو دھڑوں سے کٹے ہوئے ہوں گے ہوا میں معلّق تمہارے سامنے آئیں گے اور تمہیں ڈرائیں گے۔ تم اُس طرف متوجہ نہ ہونا اور سیدھے چلتے جانا اور یہی کہتے جانا کہ ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ''، ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ''۔ چنانچہ جب میں روانہ ہوا اور جنگلوں میں سے گزرا تو کبھی چیتے سامنے آ جاتے اور مجھے ڈراتے، کہیں شیر دکھائی دیتے اور وہ انسانوں کی طرح باتیں کرتے اور مجھے گالیاں دیتے، کہیں دھڑ بغیر سر کے اور کہیں خالی سر بغیر دھڑ کے نظر آتے اور میری توجہ دوسری طرف پھرانے کی کوشش کرتے۔ لیکن میں فرشتہ کی نصیحت پر عمل کرتا چلا گیا اور جب میں ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' کہتا تو وہ چیزیں غائب ہو جاتیں۔ یہاں تک کہ میں نے سارا رستہ طے کر لیا اور اپنے منزلِ مقصود پر پہنچ گیا۔ وہاں میں خدا تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوا اور اُسے میں نے اپنے سفر کی رپورٹ پیش کی۔

قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ۔5 اللہ تعالیٰ ہی انسان کو کام پر لگاتا ہے اور وہی اُس کے خاتمہ پر اس سے حساب لیتا ہے۔ پس جب انسان یہ مدنظر رکھے کہ خدا تعالیٰ نے ہی اسے کام پر لگایا ہے اور وہی اس سے آخر میں حساب لے گا تو اسے اِس قسم کا غصہ نہیں آیا کرتا جس قسم کا غصہ ایک جاہل اور بے دین انسان کو آیا کرتا ہے۔ ایک جاہل اور بے دین انسان جھوٹ بول کر لوگوں کو اُکساتا ہے اور ہزاروں لوگ اس پر یقین کر لیتے ہیں۔ لیکن ایک مومن سمجھتا ہے کہ یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے۔ اُس نے مجھ سے حساب لینا ہے۔ اِس لیے مجھے اس کی خاطر جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے دین کو

کوئی نقصان پہنچتا ہے اور میں جھوٹ بول کر اسے بچانا چاہتا ہوں تو یہ میری اپنی کمزوری کی علامت ہے ورنہ خداتعالیٰ کا دین اِس سے بالا ہے کہ اس کے لیے جھوٹ اور فریب اور دھڑے بازی سے کام لیا جائے۔ ہر شخص جو کسی چیز کو بچانا چاہتا ہے وہ اس کی خاطر ایسے ذرائع تجویز کرتا ہے جو اس کے مناسبِ حال ہوں۔ جو شخص غلیظ ہوتا ہے اُس کا گھر بھی غلیظ ہوتا ہے، جو شخص ادیب ہوتا ہے اُس کے منہ سے بھی اعلیٰ کلمات جاری ہوتے ہیں اور جو شخص جاہل ہوتا ہے اُس کے منہ سے جہالت کے کلمات نکلتے ہیں۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خداتعالیٰ ایک تعلیم دے اور پھر انسان کو مجبور کرے کہ وہ دین کی تائید کے لیے اس تعلیم کے خلاف چلے تا کہ اس کا مقصد پورا ہو۔ یقیناً اُس نے اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے جو ذرائع مقرر کیے ہیں وہی صحیح ہیں۔ اور ہر انسان کا فرض ہے کہ ان ذرائع کو کسی حالت میں بھی ترک نہ کرے۔

پس مخالفت کا علاج یہی ہوتا ہے کہ انسان خداتعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے چلتا چلا جائے۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور جن چیزوں کا جواب دینا ضروری ہو اُن کا جواب شریفانہ طور پر دینا چاہیے تا ہر غیرجانبدار شخص کہہ سکے کہ جواب دینے والے نے شریفانہ رستہ اختیار کیا ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری فتح جلد آ جائے گی۔ تم جس مقصد کے لیے کھڑے ہوئے ہو وہ خداتعالیٰ کا مقصد ہے۔ اگر تم اس کے لیے صحیح طور پر کوشش کرو تو بیوقوف سے بیوقوف آدمی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ خداتعالیٰ تمہارے کام میں روک ڈالے گا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں ایک معمار کو بلاؤں اور اُسے کہوں یہ عمارت جلد بنا دو اور پھر خود ہی اینٹ اور دوسری چیزیں باہر پھینکنا شروع کر دوں۔ اگر میں ایسا کروں گا تو اپنا ہی نقصان کروں گا، اِسی طرح جب خداتعالیٰ نے ہمیں اپنے کام کے لیے کھڑا کیا ہے تو اگر ہم شرافت اور اخلاص سے کام کریں گے تو وہ ہمارے کام میں روک نہیں ڈالے گا۔ ضرورت صرف اِس بات کی ہے کہ تم اپنے نفوس کو درست کرو اور اپنے آپ کو دین کی خدمت میں لگا دو تبھی تم اُس سے اجر کے امیدوار ہو سکتے ہو۔ اگر ایک معمار عمارت بنانے کی بجائے سارا دن کبڈی کھیلتا رہے اور شام کو مالک سے اُجرت کا مطالبہ کرے تو مالک اُسے کچھ بھی نہیں دے گا۔ ہاں! اگر وہ شام تک عمارت بناتا رہے تو وہ اُجرت کا مستحق ہو گا۔

اِسی طرح اگر تم خداتعالیٰ کا کام کرو گے تو تم خداتعالیٰ کے انعام کے مستحق بنو گے۔ اور اگر دنیا کی طرف جھک جاؤ گے اور خداتعالیٰ کے کام سے منہ پھیر لو گے تو وہ جیسا سلوک دوسرے لوگوں سے کرے گا ویسا ہی سلوک تم سے بھی کرے گا"۔ (الفضل 8 دسمبر 1954ء)

1: اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ (القصص:79)

2: تارکول:(COAL TAR)

3: سنتھٹک:(SYNTHETIC) کیمیائی ترکیب سے بنی ہوئی۔

4: صحیح مسلم کتاب الجهاد باب الامداد بالملائكة فی غزوة بدر میں "لَاتُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ" کے الفاظ ہیں۔

5: الحدید:4